سلطان باہو کی شاعری میں فکرِ آخرت کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Sulṭān Bāhū's Poetry Regarding Hereafter

Allah Ditta
M Phil. Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore: allahditta7719@gmail.com

Abstract:

Sulṭān Bāhū (1039H-1102H) was a punjabī mystic poet who brought big change in the society of subcontinent. He tried to awake the people from deep sleep and prepare them to play their role in shaping an ideal society. The question arises he succeeded played his role to persuade in the people of subcontinent to the right path. The research has been conducted through studying the poetry of Sulṭān Bāhū (1039H-1102H) and analyzed what was the main theme and strategy which he adopted to achieve his purpose and changed the minds of the people and they concentrated to his poetry and got guidance. The research can be concluded that Sulṭān Bāhū (1039H-1102H) preached the people by conveying the message of Islam through examples of the world and gave clear concept of hereafter and warned the people to be prepare for everlasting world.

Keywords: Sulṭān Bāhū, poetry, Thinking of Hereafter, Islām

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ (1039-1102)بہت بڑے صوفی بزرگ تھے جو پنجابی میں شاعری کرتے تھے ان کی شاعری میں خوف خدا، اخلاص اور دنیا کی بے ثباتی کا بیان ہے۔ انہوں نے برصغیر کے لوگوں کو دین اسلام کی طرف متوجہ کیا اور بھٹکی ہوئی مخلوق کو اللہ تعالی کے ساتھ جوڑنے کا اہم فریضہ ادا کیا۔ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ 1039ھ مطابق1629ء کو شور کوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے اور 1102ھ بمطابق1692ء کو تریسٹھ(63) برس کی عمر میں وفات پائی۔ آپ نے برصغیر میں دین متین کی

آبیاری کی اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے بہت کاوشیں کی۔ انہوں نے افراد معاشرہ میں دنیا کے عارضی ہونے اور آخرت کی فکر پیدا کرنے کا اہم تصور اجاگر کیا یہی چیز ان کی شاعری میں بھی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ آپ کا تعلق ایک صوفی اور علمی خاندان کے ساتھ تھا، حمید اللہ ہاشمی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

> "آپ کے والد شیخ بازد محمد حافظِ قرآن اور متشرع شخصیت تھے۔ وہ حکومت ہند کے منصب دار بھی تھے شیخ بازید محمد نے آخر عمر میں حضرت بی بی رَاستی جو ایک وَلیہ کاملہ تھیں سے رشتہ ازدواج قائم کیا۔ والدہ صاحبہ اس دور کی عورتوں میں علوم کے شعبہ میں دسترس رکھتی تھیں اور عالمہ فاضلہ تھیں۔"[1]

تصانیف

بے شمار نوجوان مال و دولت اور اقتدار کہ یہ بھی دنیاداری کی ایک صورت ہے کے حصول میں اپنی صلاحیتیں اور قوتیں ضائع کر دیتے ہیں ظاہری بناؤ سنگھار پر فریفتہ ہو کر دل دے بیٹھتے ہیں اور نتائج کا انہیں علم نہیں ہوتا کوئی بھی غور نہیں کرتا کہ یہ رنگ و بو کا سماں اور یہ گلیمر (لشکارے) سب وقتی اور عارضی ہیں۔ بجلی کی چمک کی طرح کہ گلشن پر چمکی اور پھر غائب۔

حُبِّ دنیا ایک نہایت مہلک جذبہ جبکہ فکر آخرت ایک نہایت پاکیزہ جذبہ ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کی ایک معروف حکایت صادق آتی ہے کہ تین مسافروں کو سونے کی ایک اینٹ مل گئی۔ ایک جگہ رکے تو ایک بازار سے روٹی لینے چلا گیا اور دونوں اینٹ کی حفاظت کے لئے ٹھہر گئے۔ دونوں نے سازش کی کہ جب وہ روٹی لے کر آئے گا تو اس کو مار ڈالیں گے اور اینٹ بانٹ لیں گے۔ روٹی لانے والے کی نیت میں فتور آیا تو اس نے روٹی میں زہر ملا دیا جب واپس آیا تو وہ قتل ہو گیا اور باقی دونوں بھی زہر آلودہ روٹی کھا کر مر گئے۔

اس تمثیل سے یہ معلوم ہوا کہ دنیا بے وفا ہے تینوں نے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور تینوں اس بے اعتباری دنیا سے زندگی کی بازی ہار گئے۔ حضرت باہو نے تمثیل سے دنیا کی بے وفائی بتائی ہے۔

---

[1] ۔ حمید اللہ ہاشمی، **سلطان باہو**، (لاہور: مکتبہ جدید پریس، 2014ء)، 64

دین تے دنیا سکیاں بھیناں عقل نہیں سمجھیندا ہو
دوویں اِک نکاح وچ آون شرح نہیں فرمیندہ ہو
اَگ تے پانی تھاں اِکے وچ واسا نہیں کریندا ہو
دوہیں جہانیں مٹھے باہو جنہاں دعویٰ میں دا ہو[2]

ترجمہ: "عقل اور دنیا سگی بہنیں ہیں شریعت میں یہ دونوں ایک آدمی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ آگ اور پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے باہو! وہ لوگ تو دونوں جہان میں نقصان میں رہے جنہوں نے "میں" کا دعویٰ کیا۔"[3]

دنیا اور دین کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔ دین ایثار ہے اور دنیا حرص، دین سراسر اخلاق و اخلاص ہے اور دنیا خواہش وخود غرضی، سلطان باہو اسے دو مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ ایک مثال فقہی و شرعی علم سے لائے ہیں جس طرح دو بہنیں ایک آدمی کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں، اس طرح دین و دنیا کی محبت یکجا نہیں ہوسکتی۔ دوسری مثال مظاہر قدرت سے لائے ہیں اور وہ تو بالکل ایک عام سا مشاہدہ ہے جس طرح آگ اور پانی ایک جگہ پر نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح کوئی دنیا اور دین کو برابر ایک ساتھ رکھنے کا دعویدار ہو تو یہ ایک امرِ محال اور ناقابل یقین بات ہے۔

یہ واضح ہے دنیا اور آخرت بالکل مخالف اور متضاد حقیقتیں ہیں اس دنیائے فانی میں موجود ہر چیز کو فنا ہونا ہے۔ ہم میں سے ہر کسی نے ایک نہ ایک دن اس دارِ فانی سے کوچ کر جانا ہے صرف رب العالمین کی ذات باقی رہنے والی ہے ارشاد ربانی ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔[4] "ہر کوئی جو بھی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے اور آپ کے رب ہی کی ذات باقی رہے گی جو صاحب عظمت و جلال اور صاحب انعام واکرام ہے۔"

---

[2]۔ سلطان باہو، **"ابیات باہو"**، 11

[3]۔ سلطان الطاف علی، ڈاکٹر، **ابیات باہو**، (لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی، 1975ء)، 75

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

ٱنظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلاً۔[5]

"دیکھئے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دے رکھی ہے اور یقیناً آخرت (دنیا کے مقابلہ میں) درجات کے لحاظ سے (بھی) بہت بڑی ہے اور فضیلت کے لحاظ سے (بھی) بہت بڑی ہے۔"

سورۃ بنی اسرائیل میں بھی ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ أَرَادَ ٱلآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَـٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُوراً۔[6]

"اور جو شخص آخرت کا خواہش مند رہا اور اس نے اس کے لیے اس کے لائق کوشش کی اور وہ مومن (بھی) ہے تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش مقبولیت پائے گی۔"

حضرت سلطان العارفین نے اپنے کلام میں دنیا اور آخرت کو آگ اور پانی سے تمثیل دی ہے جیسے آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے ایسے ہی دنیا اور آخرت دونوں ایک نہیں ہو سکتے در حقیقت دُنیوی زندگی بہت مختصر ہے۔ اپنی غفلت اور کوتاہی کے باعث ہم اسے نہ صرف بہت لمبی بلکہ بعض اوقات تو دائمی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن جب یہ ختم ہو کر آخرت کے احوال قبر میں پیش ہونا شروع ہو جائے گی تو اس کی فانی اور ابدی حقیقت واضح ہو کر سامنے آئے گی۔ تب پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہاتھ آئے گا۔

دنیا کی محبت سراسر خود پسندی اور خود غرضی ہے۔ آدمی اپنی بات منوانا چاہتا ہے اس کے دل میں فکر آخرت کا احساس ماند پڑ جاتا ہے، تو اس کے سامنے صرف اپنی ہی خواہش ہوتی ہے اور وہ دوسروں کے حقوق کے

4۔ القرآن، 55: 26-27

5۔ القرآن، 17: 21

6۔ القرآن، 17: 19

حصہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ دنیا پرست بن جاتا ہے اس کی ہر بات میں نفس پرستی ظاہر ہوتی ہے تو ایسا آدمی خسارے میں رہتا ہے۔

انسان کے تین دُشمن ہیں ایک اس کا نفس دوسرا شیطان اور تیسری دنیا ان تینوں دشمنوں سے انسان کو ہوشیار رہنا ہوگا۔ یہی فکر آخرت ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إِنَّ ٱلسَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ [7]

"بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے۔

یہ یقین دو طرح کا ہے: ایک اعتقاد ہے اور دوسرا استحضار۔ یقین اعتقاد کی نفی کافروں کے لیے اور یقین استحضار کی نفی ہمارے حال پر ہے۔ مومنین کیلئے ارشادِ ربانی ہے۔ وَبِٱلْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ [8]"اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔"

ہم عقیدے کی حد تک ایمان بالغیب کے درجے میں یوم آخرت کو مانتے تو ہیں مگر قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہمیں اس کا استحضار قلبی حاصل نہیں ہے۔ ہمارے قلب میں عقیدہ آخرت کی وہ پختگی نہیں ہے جو کسی چیز کے بارے میں آنکھوں سے دیکھ کر حاصل ہوتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہمیں اپنی موت کا اس درجے کا پختہ یقین نہیں اور اس یقین کے اثرات کی وجہ سے ہماری کیفیت وہ نہیں ہوتی جو کیفیت سزائے موت کے مجرم کی اپنی موت سر پر منڈلاتے دیکھ کر ہوتی ہے اب اس فیصلے کے سننے سے لیکر پھانسی گھاٹ پر چڑھنے کے لمحے تک جو حال اس مجرم کا ہوگا اسے یقین کہتے ہیں۔ اس لمحے اس کے دل و دماغ میں فکر آخرت کی جو کیفیت ہوگی وہ بے سزا یافتہ انسان کی نہیں ہوگی۔ فیصلہ ہونے تک اس کا یقین پکا نہیں تھا، جب اس کا فیصلہ سنا دیا گیا، موت کا وقت متعین کر دیا گیا اور اُسے بتا دیا جاتا ہے کہ کل تمہارا دنیا میں آخری دن ہے اس کا ہر لمحہ قیامت کی طرف دھیان اور فکر میں گزرے گا اس طرح اگر ہمارا پختہ یقین آخرت پر بن جائے ہمارے ذہن میں یہ بات

---

[7] ۔القرآن،40: 59

[8] ۔القرآن،2: 4

جاں گزیں ہو جائے کہ ہم غفلت میں ہیں اور ہمارے حساب کا وقت بہت قریب آگیا ہے تو ہم بہت سی برائیوں سے بچ جائیں۔

حضرت سلطان باہو نے بھی اس بات کو واضح کیا ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کبھی بھی ایک نہیں ہو سکتیں کیونکہ آخرت انسان کو اللہ اور رسول ﷺ کی رضا کے حصول کو حاصل کر کے جنت کی طرف پیش قدمی ہے اور دنیا میں اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی جہنم کی طرف پیش قدمی ہے جیسے آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے ایک نیام میں دو تلواریں اکٹھی نہیں رہ سکتی اس طرح دنیا اور آخرت دونوں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

ارشادِ ربانی ہے: وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (9)

"مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔"

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے: وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَـٰذَا ٱلْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ (10)

"اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (قیامت) کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو۔"

لیکن فکر آخرت کے جذبہ کا یقین کامل نہیں ہو سکا جس کے نتیجے میں ہماری ذہنی، فکری اور قلبی تبدیلی نہیں ہوئی ہے آخرت کی فکر کا خیال آجانے کے بعد ہمارا جو حال ہونا چاہئیے تھا وہ نہیں ہوا ہے۔

حضرت سلطان باہو قدس سرہ کی ایک سو چالیس تصانیف ہیں مگر آپ کی اکتیس کتابیں دستیاب ہیں ان میں "ابیات باھو" سرائیکی (علاقائی زبان) میں ہے اور باقی تیس فارسی میں ہیں، ان کے کلام کو ادب، علم معرفت، آخرت اور اسلامی اقدار کے لحاظ سے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔"(11)

9۔ القرآن، 40: 59

10۔ القرآن، 36: 48

11۔ سلطان الطاف علی، ڈاکٹر، **باہو نامہ**، (لاہور: مکتبہ الفیصل، 2003ء)، ص: 95

آپ کی ہر تصنیف مرشد کامل کا مقام رکھتی ہے کیونکہ اُن میں بیان کردہ جملے، افکار، سر چشمہ آیاتِ قرانیہ واحادیث کامل کی تفسیر کا مقام رکھتی ہیں۔ ان کے کلام میں فکر آخرت اور تمام علوم الٰہی کی طرف پیش قدمی ہے۔

اہیہ دنیا رن حیض پلیتی، کیتی مل مل دھون ہُو
دُنیا کارن عالم فاضل، گوشے بہہ بہہ روون ہو
جیں دے گھر وچ بہتی دنیا اوکھے گھوکر سوون ہو
جنہاں چھڈی، دنیا باہو، گدی چڑھ کھلوَن ہو[12]

یعنی یہ دنیا حائضہ عورت کی طرح ناپاک ہے، خواہ اُسے کتنا ہی دھویا جائے وہ ناپاک ہی رہے گی۔ لیکن اسی دنیا کی خاطر علماء وفُضلا کونے میں بیٹھ کر روتے ہیں۔ جن کے گھر میں دولت زیادہ ہے، وہ سُکھ کی نیند نہیں سو سکتے ہیں باہو! جنھوں نے دنیا ترک کی وہ ساحلِ مراد پر جا کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسرے صوفیاء کرام کی طرح حضرت سلطان باہو نے مال ودولت کی کثرت اور اسکی جمع آوری کو روحانی ارتقاء کے لیے مضرؑ قرار دیا ہے اور انہوں نے فکر آخرت کو اپنی زندگی کا شعار بنایا دنیا اور آخرت دونوں متضاد چیزیں ہیں دونوں کی مثال آگ اور پانی سی ہے جیسے دونوں چیزیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں ویسے دنیا و آخرت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ ایک مقام پر ارشاد ربانی ہوتا ہے: يٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا[13] "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔"

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم فکر آخرت کے جذبہ کو اپنائیں اور فکر دنیا ترک کریں ہمیں بخوبی علم ہونا چاہیے کہ فانی دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ بقول امیر مینائی:

---

[12]۔ سلطان باہو، **"ابیات باہو"**، ص: 71

[13]۔ القرآن، 66: 6

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے　　　　زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

آخرت کی فکر اور دنیا سے نفرت

صوفیاء کرام دنیا میں لوگوں کے دُکھ سُکھ میں شریک رہے اور عام سطح سے بلند ہو کر اللہ کو بھی یاد رکھا۔ سلطان العارفینؒ نے دنیاداری اور فکر آخرت کو اہمیت تو دی لیکن دنیا پر آخرت کو ترجیح دی آپ فرماتے ہیں "جنہاں چھڈی دنیا بائیو، گدی چڑھ کھلوون ہو۔" جنہوں نے دنیا کو چھوڑا وہ ساحل مراد پر پہنچ گئے اور ان کو ویسا ہی اطمینان نصیب ہوا جیسا لہروں سے نجات پا کر ساحلِ مراد پر پہنچ جانے والے مسافر کو حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

فَٱتَّقُواْ ٱلنَّارَ ٱلَّتِي وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ [14]

"تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی ان کے بت) ہیں جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے یہی فکر آخرت ہے۔" إِنَّ ٱلَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّالِحَاتِ إِنَّا لاَ نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلاً [15] "بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یقیناً ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جو نیک عمل کرتا ہے۔"

حضرت عمر بن عبد العزیز اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم هون علی الموت۔[16] "اے اللہ مجھ پر موت کی سختی آسان فرمالے۔"

---

[14]۔ القرآن، 2: 24

[15]۔ القرآن، 18: 30

[16]۔ احمد بن حنبل، **کتاب الزهد**، ترجمہ شاہ محمد چشتی، دہلی، مکتبہ امام اعظم، 2012ء) ج: 1، ص: 291

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین، صوفیاء اولیاء اللہ تمام اصحاب دن رات اپنی آخرت بنانے میں مصروف رہے حضرت سلطان العارفین نے فرمایا کہ اللہ والوں نے دنیا کو ترک کیا اور دنیا کی اصلیت لوگوں کے سامنے آشکار کی اور دنیا کے مال و متاع سے بے رغبتی دکھائی۔ آخرت کو اہمیت دی تو اپنے کلام میں فکر آخرت کو ملحوظ خاطر رکھا یہی ان کے کلام کا اعجاز رہا ہے۔ صوفیاء کرام کے کلام اور انکی پاکیزہ زندگیوں سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جو لوگ رضائے الٰہی اور آخرت کی کامیابی کو زندگی کا نصب العین بنا لیتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفینؒ دوسرے مقام پر اپنے اشعار میں فرماتے ہیں۔

ایہہ دنیا رن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ہو
جیں فقر گھر دُنیا ہووے لعنت تس دے جیوے ہو
حُب دنیا دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچیوے ہو
سِہ طلاق دنیا نوں باہو جے کر سچ پچھیوے ہو[17]

ترجمہ: یہ دنیا ایک حائضہ عورت کی طرح ناپاک ہے جس فقیر کے گھر میں دولت دُنیا ہو اس کے جینے پر لعنت! وقت پر کچھ کر لینا چاہیے۔ دنیا کی صحبت رب کی طرف سے رُخ موڑتی ہے باہو! سچ پوچھو تو دنیا کو تین طلاق کہہ کر چھوڑ دینا چاہیے۔

"حضرت ربیعؒ بن خثیم وہ تابعی ہیں جن کی عبادت و ریاضت اور خوف و خشیت کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے صحابی بھی فرمایا کرتے تھے: اے ربیع اگر حضور نبی اکرمؐ تجھے دیکھ لیتے تو بہت خوش ہوتے۔ ان کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں اپنے لیے ایک قبر کھود رکھی تھی۔ جب کبھی محسوس ہوتا کہ وہ تساہل و تغافل کا شکار ہو رہے ہیں تو جا کر قبر میں لیٹ جاتے اور تھوڑی دیر اس میں پڑے رہنے کے بعد کہتے: اے پروردگار! مجھے ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے تاکہ میں اپنی خطاؤں کی تلافی کر

[17]۔ سلطان باہو، **"ابیات باہو"**، ص: 75

سکوں۔ تب وہ وہاں سے اُٹھتے اور اپنے آپ سے کہتے ! اے ربیع ! دیکھ تجھے نئی زندگی دے کر دوبارہ دنیا میں بھیج رہے ہیں۔ اب کوشش کرو اور جو نیک عمل کر سکتے ہو کر لو۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آ پہنچے۔ جب دوبارہ واپسی کا موقع نہ ملے۔ ایک دن حضرت ربیع کا گزر کسی لوہار کی دوکان سے ہوا۔ انہوں نے تپتا ہوا لوہا بھٹی کے اندر دیکھا تو غش کھا کر گر گئے اور دوسرے دن تک ہوش نہ آیا۔ ہوش میں آنے کے بعد آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا: مجھے وہ حالت یاد آگئی تھی، جو دوزخیوں کی نار جہنم میں ہو گی۔"[18]

"حضرت امام محمد بن سیرین تابعی کی سیرت و کردار، خوف و خشیت الٰہی اور ذکر موت سے آراستہ تھے۔ ان کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو وہ آخرت کی فکر میں ڈرتے اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ گویا اُن کے ایک ایک عضو پر موت طاری ہو گئی ہے۔"[19] ارشاد خداوندی ہے: خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً۔[20] "موت اور زندگی کو (اس لیے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے۔"

حضرت سلطان باہوؒ شرعی عقائد و احکام میں گہرا رسوخ رکھتے تھے۔ اس لیے ان کا تخیل فقہ کے ضابطوں میں سے بھی تشبیہوں اور استعاروں کو چُن لیتا تھا۔ پلیدی اور کرامت کے لیے انہوں نے زنِ حائضہ کی تشبیہ چُنی۔ فقہی لحاظ سے ایسی عورت کا جسم ناپاک ہوتا ہے اور ایسے میں مباشرت بھی ناجائز ہے فقیروں کے نزدیک دنیا بھی ایسی ہی ہے کہ وہ اسے پلید سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک وہ پلید اور مکروہ ہی رہتی ہے۔

سلطان العارفین فقر میں حُبّ دنیا کو مردِ راہ کے لیے ایک خطرہ عظیم سمجھتے ہیں لہٰذا اگر کسی کا ایک قدم فقیری میں ہے اور دوسرا دنیا میں ہے تو پھر وہ خدا سے دور جا پڑا۔ بے شک ٹھیک ٹھاک جی رہا ہے مگر اس کے جینے پر لعنت ہے کیونکہ اس نے پاک اور پلید کو ملانا چاہا چنانچہ پاک بھی پلید ہو گیا۔ حضرت باہو نے اپنے کلام میں آخرت کا درس دیا اور بتایا دنیادار عالم اور فقیر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

18۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، شیخ الاسلام، **مراحلِ آخرت**، (لاہور، منہاج القرآن پرنٹرز 2018ء)، ص: 228

19۔ ابو الفرج جمال الدین القرشی المعروف بابن الجوزی، **صفۃ الصفوۃ**، (بیروت، المکتبۃ العصریۃ، س ن) 3: 246

20۔ القرآن، 67: 2

رات اندھیری کالی دے وچ عشق چراغ جلاندا ہو
جیندی سک کنوں دل نیویں نہیں آواز سناندا ہو
اوجھڑ جھل تے ماڑو بیلے دَم دم خوف شینہاں دا ہو
تھل جل گئے جھگیندے باہو کامل نینہ جنہاں دا ہو[21]

ترجمہ: کالی اندھیری رات! اس میں عشق چراغ روشن کرتا ہے جب تمنادل کو مغلوب کرے تو آواز نہیں نکلتی۔ گھنے جنگل ہیں اور سرکنڈوں کے خطرناک جُھنڈ جہاں ہر لمحہ شیر کے حملے کا خوف ہے۔ باہو! وہ دریا اور صحرا پار کرتے گئے جن کا عشق کامل تھا۔[22]

حضرت سلطان باہوؒ کے اشعار میں عشق حقیقی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ عشق صرف راستہ روشن ہی نہیں کرتا بلکہ ایک خاموشی تو عطا کرتا ہے کیونکہ عشق اسلام ہے اور اسلام عشق ہے بن دیکھے خدا کو ماننا عشق ہے رسول ﷺ کی تعلیمات اور آپکی ذات سے والہانہ محبت عشق ہے اللہ کی راہ میں جان قربان کر دینا عشق ہے آخرت پر ایمان عشق ہے آخرت کے تمام مراحل میں حشر، قیامت، میزان، جنت دوزخ پر قطعی یقین عشق ہے آخرت کی فکر کے نتیجے میں نیک اعمال کا سرزد ہونا عشق ہے۔

عشق نیاز مندی، فکر آخرت، مستقل مزاجی، دنیا سے نفرت اور آخرت سے محبت سیکھاتا ہے اور سکوت کا عادی بناتا ہے۔ مگر جن کا عشق کامل ہے وہ سب مشکلات میں سے گزر جاتے ہیں، ہر چیلنج کا مقابلہ کرتے ہیں اور بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

صاحب دل شخص دنیا میں ضرور رہتا ہے، مگر دنیادار بن کر نہیں۔

جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

21۔ ابوالکاشف قادری، **شرح ابیات باہو**، ص: 76

22۔ سید احمد سعید ہمدانی، پروفیسر، **شرح ابیات سلطان باہو**، ص: 227

رِجَالٌ لاَّ تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلاَ بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ
وَإِقَامِ ٱلصَّلوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكوٰةِ يَخَافُونَ
يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلْقُلُوبُ وَٱلأَبْصَارُ۔(23)

ترجمہ: "(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اِس دن سے ڈرتے ہیں۔ جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔"

اللہ کے بندے دنیا میں رہتے ہیں مگر دُنیا کو اپنے اندر نہیں داخل ہونے دیتے۔ وہ دنیا میں رہتے ضرور ہیں لیکن دنیا کے معاملات میں دل نہیں لگاتے۔ وہ دنیا کو عارضی اور آخرت کو دائمی زندگی خیال کرتے ہیں اُن کے دل دنیا کی محبت سے خالی ہوتے ہیں گویا وہ ہمہ وقت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں گزارتے ہیں۔

تارک دنیا تدتھیو سے فقر ملیو سے خاصہ ہُو
راہ فقر دا تدلدھیوسے ہتھ پکڑیو سے کاسہ ہو
دریا وحدت نوش کیتوسے اجاں بھی جی پیاسا ہو
راہ فقر رَت روون باہو لوکاں بھانے ہاسا ہو(24)

ترجمہ:" تارک دنیا تب ہوئے جب ہم خاص فقر سے فیض یاب ہوئے (فقر سے مراد یہاں پر ترک دنیا اور فکر آخرت ہے) جب ہم نے ہاتھ میں کاسہ پکڑ لیا۔ ہم نے وحدت کے دریا نوش کر لیے مگر ابھی تک

23۔ القرآن، 24: 37

24۔ سید احمد سعید ہمدانی، **شرح ابیات سلطان باہو**، ص: 173

جی کی پیاس نہیں گئی۔ باہو فقر کا راستہ تو خون کے آنسو رونا ہے۔ لوگوں کے لیے یہ محض ایک ہنسی مذاق کی بات ہے۔"[25]

ترک دنیا کا عمل آسان نہیں ہوتا۔ دنیا میں رہ کر بھی اس سے ذہنی طور پر علیحدگی اختیار نہیں کرتے جب آدمی فکر آخرت کے عظیم جذبہ فکر سے سرشار ہو تو انسان دنیا کے لہو ولعب کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف رجوع اختیار کر کے آخرت کے مشکل ترین مراحل کیلئے تیاری میں ہمہ وقت مشغول رہتا ہے۔ فکر آخرت سے مراد اپنے لیے روحانیت کی سمت متعین کر لینا اور کسی بزرگ کی صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس اور ذکر و فکر اور ترک دنیا کیلئے کوشاں رہنا ہے۔

جنہیں آخرت کا غم، فکر اور خیال اس دنیا میں رہا۔ انہیں وہاں آسودگی اور مسرت و راحت حاصل ہو گی۔ اس کے برعکس جو لوگ اس دنیائے دارالعمل میں غمِ عقبیٰ سے غافل رہے دنیا سے نفرت، دُوری اختیار نہ کی۔ وہ ہمیشہ وہاں رنج و غم کی قید و بند میں محصور ہوں گے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ان الکافر لیلجمہ العرق یوم القیامۃ، فیقول: أرحنی ولو إلی النار۔[26]

ترجمہ: بے شک پسینہ روزِ قیامت کافر کے منہ تک پہنچ جائے گا (یعنی وہ اس میں ڈوب جائے گا) پھر وہ (کافر) کہے گا کہ مجھے اس (پسینہ) سے بچالو اور (اس کے بدلے) چاہے مجھے جہنم میں پھینک دو۔

یاد رہے کہ قیامت کے دن کے انکار کی مختلف صورتیں ہیں۔ خواہ وہ دل سے کیا جائے، خواہ زبان سے یا اپنے عمل سے۔ قیامت کے حوالے سے ہماری زندگی میں کسی نہ کسی طرح انکار موجود ہوتا ہے۔ کافر قیامت کا انکار دل اور زبان سے کرتا ہے، جبکہ گنہگار اور فاسق مسلمان اپنے عمل اور یقین کی کمی کے ذریعے کرتا ہے۔

25۔ ابوالکاشف قادری، **شرح ابیات باہو**، ص:51

26۔ ابن حبان، **الصحیح**، ج:16، ص:330، حدیث رقم:7335

اس طرح جب کوئی درویش کسی تارک الدنیا فقیر کے دروازے پر جا کر فیض یابی کیلئے دستک دیتا ہے اس کا مقصد ترک دنیا اور فکر آخرت کی تعلیم حاصل کرنا ہوتا ہے تو اسے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ وہ کیسے اس مرشد بزرگ سے تعلیم تصوف حاصل کرنے کی کوشش کرے اور جتن کے باوجود بھی وہ جب محروم ہو جاتا ہے تو پھر وہ گوشہ نشیں ہو جاتا ہے اور دُنیا کو ترک کر دیتا ہے۔

اس پر دھونس یا دھاندلی کا کوئی اثر نہیں تو اب سوائے گدا بن کے اس کے پاس جانے کے اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ جب درویش فقر کے جہان میں آتا ہے اور وہ دنیا کو تین طلاقیں دیتا ہے اور فکر آخرت کے خیال اور جذبہ کو اپنا لیتا ہے تو وحدت خداوندی کی لذت حاصل کرتا ہے اُسے اپنے دماغ اور قلب کی جمعیت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر مزید واردات و تجلیات اور روحانی ترقی کیلئے اس کی پیاس بڑھتی ہے اور وہ بے قرار رہتا ہے۔ اب وہ جان بوجھ کر ریاضتوں اور مشقتوں میں پڑتا ہے اور فقر میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور اس منزل کو حاصل کرنے کیلئے قربانیاں دیتا چلا جاتا ہے تو لوگ اسے پاگل جنونی خیال کرنے لگتے ہیں لیکن وہ دل و دماغ میں ملول رہتا ہے اور قرب الٰہی حاصل کرنے میں مشغول رہتا ہے۔ مگر آخرت کے مسافر فقیر کو لوگ ظاہر سے دیکھتے ہیں لیکن باطن سے اسکے قرب الٰہی کی کیفیات کا اندازہ نہیں لگاتے بلکہ اسکے ذکر الٰہی اور عبادت کا دنیادار مذاق بناتے ہیں۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اس درخت کی طرح ہوں جو صحرا میں اُگا اور خود کو دھوپ میں رکھا لیکن مسافر کو چھاؤں مہیا کی۔

ہِک جاگن ہِک جاگ نہ جانن جاگدیاں ہِک سُتے ہُو
ہِک سُتیاں جاواصِل ہوئے جاگدیا ہِک متے ہُو
کیہ ہویا جے گھگو جاگے لیندا ساہ اَپتے ہُو
قربان تنہاں تو باہو جنہاں کھوہ پریم دے جتے ہُو[27]

ترجمہ: "ایک وہ ہیں جو جاگنا جانتے ہی نہیں، ایک وہ ہیں جو جاگ رہے ہیں (مطلب وہ لوگ جو دنیادار ہیں وہ دنیا کے ہو کر رہ گئے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جنہوں نے دنیا کو ترک کیا اور آخرت کی فکر کی اور سُستی

[27]۔ سلطان باہو، **ابیات باہو**، ص: 176

اور کاہلی کو ترک کرکے خدا سے لو لگائی) ایک وہ ہیں جو جاگتے ہوئے بھی سو رہے ہیں (مطلب ایسے لوگ جو آخرت کے مراحل سے واقف ہیں جنت کی مسرتوں اور جہنم کی ہولناکیوں کا علم رکھتے ہوئے بھی فکر آخرت کے جذبہ سے محروم ہیں اور بے عمل ہیں اور مال ومتاع اور حیات کے دل فریب دھوکہ میں آکر کے دنیا میں غرق ہوگئے۔ دنیا پلید کے شر کا شکار ہوگئے وہ ناکام ہوئے) ایک وہ ہیں جو سوئے بھی واصل ہوئے (مطلب ایسے لوگ بھی ہیں جو سوئے سوئے بھی ہوتے ہیں لیکن اُنکے دل اللہ کے ذکر سے پُر نم ہوتے ہیں اُنکے دلوں کے سکون کا معیار ذکر اللہ ہوتا ہے، ہر وقت انکے دل میں جاری رہتا ہے) ایک وہ ہیں جو جاگتے ہوئے بھی لوٹے گئے یعنی نیکیوں میں مصروف رہے اچانک ایسا عمل سرزد ہوا جس سے اللہ اور اسکا رسول ﷺ ناراض ہوا وہ ناکام ہو گئے، اُلو جاگ رہا ہو اور اُلٹے سیدھے سانس لے رہا ہو تو کیا فائدہ؟ باہو! میں اِن پر قربان جنھوں نے پریم کے کنوئیں چلا دیئے (یعنی ایسے لوگ جنھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے گھوارے ترتیب دے کر دنیا کو ہدایت اور رہنمائی فراہم کی اُن کے دل میں فکر آخرت کے جذبہ کو جاگزیں کیا جنھوں نے انسان کی ظاہری اور باطنی تربیت کرکے فرزندان خدا کو اللہ اور اسکے رسولؐ کی معرفت دی جس کے نتیجہ میں اُنکی آخرت سنور گئی۔"[28]

حضرت باہو نے بھی یہی باور کروایا ہے جاگو نیک عمل بجالاؤ اور اپنا نامہ اعمال نیکیوں سے بھرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ کہیں اسکے برعکس ہوا تو مارے مارے پھروگے۔

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے: وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ ٱلْحَسْرَةِ إِذْ قُضِىَ ٱلْأَمْرُ وَهُمْ فِى غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ[29]

"اور آپ انہیں حسرت (ندامت) کے دن سے ڈرائیے جب (ہر) بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا، مگر وہ غفلت (کی حالت) میں پڑے ہیں اور ایمان لاتے ہی نہیں۔"

---

[28]۔ سید احمد سعید ہمدانی، **شرح ابیات سلطان باہو**، 651

[29]۔ القرآن، 19: 39

لٰہذا یہ زندگی دراصل امتحان کی مہلت ہے۔اس مہلت میں کوئی مرحلہ اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں پہنچ کر انسان یہ اطمینان کرلے کہ اب میں بُرے پہلوؤں سے محفوظ ہو گیا ہوں۔آخر کار یہ بات واضح ہے کہ انسان کے پھٹکنے، بھکنے اور پھسلنے کا امکان باقی نہیں رہا ہے اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی کوئی گنجائش نہیں آخرت کی فکر لازمی جز ہے تو اس مہلت عمل میں انسان کو قضاء کے دن کا تصور راسخ کر کے فکر آخرت کے حسین جذبہ اور خیال کو دل میں رکھ کر اصلاحِ کی کوشش میں جُت جانا ہوگا۔لیکن جو انسان اب بھی مست اور کاہل ہو کر سوئے رہا نیک اور صالح اعمال کا بندوبست کرنے میں ناکام رہا تو ذلالت و ناکامی اُس کا مقدر ہوگی۔لیکن جنہوں نے اس دنیا میں دل نہ لگایا اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کیلئے "کھوہ پریم دے جتے وہ سرخرو ہونگے۔

اللہ رب العزت نے دوسرے مقام پر قرآنِ مجید میں قضا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ۔[30]

"اور بیشک آپ کا رب ان (مومنوں اور کافروں) کے درمیان اپنے حکم (عدل) سے فیصلہ فرمائے گا اور وہ غالب ہے بہت جاننے والا ہے۔" حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں بالخصوص فکر آخرت کے پہلو کو بڑی اہمیت دی ہے۔آپؒ نے اپنے کلام میں دنیا کو بری چیز قرار دیا آپؒ اپنے کلام میں قیامت کے دن کی منظر کشی بھی کی ہے آپؒ فرماتے ہیں "جنہاں چھڈی دنیا باہو گدی چڑھ کھلوون ہو۔"

قیامت کے دن ہمیں نہ صرف نیک یا بد اعمال کا حساب دینا ہوگا بلکہ ہم نے جو نیت اختیار کی اسکا بھی حساب دینا ہوگا کہ وہ اعمال کس نیت سے سرانجام دیئے اگر نیت دنیاوی منفعت، لالچ، کسی دنیاوی منصب کا حصول یا اپنی تعریف کروانا ہو تو ایسے اعمال قطعاً قبول نہیں کیے جائیں گے۔ہمیں ہر وقت چوکنا رہنا ہوگا اور کسی بھی صورت میں غفلت اور کاہلی کے دھوکہ میں نہ آنا ہوگا۔ہمیں ہمیشہ اپنی گفتگو، اخلاق و اعمال اور مصروفیات پر کڑی نظر رکھنا ہوگی اور ایسے قول و فعل کا خیال رکھنا ہوگا کہ ہماری ذات سے ایسے افعال تو سرانجام نہیں ہو رہے جو شریعت اسلامی کے خلاف ہیں۔اگر ایک برائی بھی خدانخواستہ اسکی ذات سے پھیلتی ہے تو اس کی سزا

---

[30]۔القرآن،27: 39

بڑھتے بڑھتے اتنی زیادہ نہ ہو جائے کہ سارا نامہ اعمال سیاہ ہو جائے اس کے برعکس اگر اسکی ذات سے کوئی اچھائی اور بھلائی پھیلتی ہے تو اس کا اجر و ثواب بڑھتے بڑھتے اتنا ہو سکتا ہے کہ اس کا نامہ اعمال روشن ہو جائے، واضح رہے کہ یہ شعور تب ہی بیدار ہوتا ہے فکر آخرت کا تصور انسان کے دل میں راسخ ہو۔

اس طرح جنہوں نے آخرت بنائی وہ سُکھ میں ہونگے اور جنہوں نے اپنی زندگی کھیل کود تماشا میں گزاری ہو گی وہ دُکھ میں ہونگے۔ روزِ قیامت عبادات میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہو گا اور دیگر معاملات میں خونِ ناحق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حوالے کر دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ ظالم کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے اور جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ روز محشر ہر ذی النفس کے ساتھ حساب کتاب کا معاملہ عدل وانصاف کے عین مطابق ہو گا اور کسی پر بھی رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم و زیادتی نہیں ہو گی۔

لہٰذا جنہوں نے حضرت باہو کا فقر اختیار کر کے ترک دنیا کیا ہو گا وہ فکر مند نہیں ہونگے جنہوں نے حضرت باہوؒ کے فرمان کے مطابق دنیا پر اور دنیاداری پر لعنت کی ہو گی وہ اللہ کے غضب سے بچے ہونگے جنہوں نے حضرت باہو کے فرمان کے مطابق تلواروں کے سایہ میں بھی حق اور باطل میں حق کا ساتھ دیا ہو گا وہ امن میں ہونگے آخرت تب ہی بچتی ہے جب آپ سچ پر قائم ہو جائیں آخرت کی فکر کا جذبہ حاوی ہو جائے اور اپنا تن من دھن لُٹا کر بھی علم حق بلند رکھیں یہی فکر آخرت کا عظیم درس ہے۔

خلاصہ بحث

ساری بحث کو یوں سمیٹا جا سکتا ہے کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاعری اور کلام کے ذریعے لوگوں کو متاثر کیا اور دین اسلام کی طرف مائل کیا ان کے کلام میں باقی بہت سے موضوعات کے علاوہ ایک اہم موضوع فکر آخرت ہے جسے انہوں نے دنیا کے مقابلہ میں اہم قرار دیتے ہوئے لوگوں کے ذہنوں میں اجاگر کرنے کی کوشش کی اور انہیں اس کے لئے تیار کرنے کے لئے انہیں خوب متوجہ کیا۔ ان کا انداز اس میں یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں کو مثال کے طور پر پیش کر کے اسے آخرت کے لئے ایک تشبیہ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور آسان انداز سے اپنا مدعی پیش کرتے ہیں جس سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی محبت اور احساس پیدا ہوتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License